

سانجھ و چار

”سانجھ و چار“ پنجابی ادب کی موجودہ عہد کی ایسی دستاویز ہے جسے چھ حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے۔ ”ڈھلی گل“ میں سعید بھٹا نے مختلف مضامین کے بارے میں معلومات فراہم کی ہیں۔ حصہ اول کا عنوان ”چھیواں دریا“ ہے جس میں پندرہ مضامین شامل ہیں۔ اس میں ”لوک گیت“، ”پنجابی لوک ادب پر اسلامی اثرات“، ”لوک ناچ“، ”بولیاں“، ”ڈھولے داسجھا“، ”ماہیا“، ”جگنی“ کے علاوہ ”واردی ریت“، ”نادر شاہ دی وار“ اور ”پیر محمد“ ایک غیر جانبدار مورخ“ جیسے عنوانات پر مضامین موجود ہیں۔ جن کے لکھنے والوں میں مشرقی پنجاب کے لکھاری بھی شامل ہیں، جن میں جوگندر سنگھ، دیوندر ستیا رتھی، پریت سنگھ، پیار سنگھ بھوگل کے نام خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔

دوسرا حصہ ”شعری صنفوں“ کے عنوان سے ہے۔ اس حصے میں پانچ مضامین ”پنجابی مرثیہ“، ”باراں ماہ“، ”سی حرفی“، ”کافی دی ریت“ اور ”پنجابی غزل“ کے عنوانات سے ملتے ہیں۔

تیسرا حصہ تحقیق پر مبنی ہے اور اس حصے میں بھی پانچ مضامین ہیں جو کچھ اس طرح ہیں۔ ”ناتھ جوگیاں داعہد“، ”اسماعیلی پیراں دا پنجابی ادب“، ”پنجابی شاعری دامنراج“، ”پنجابی سخن داست لڑا ہار“، ”تحریک آزادی وچ ماں بولی دا حصہ“ شامل ہیں۔

چوتھے حصے میں ”سدا بہار شاعری“ کے عنوان سے پنجابی کے کلاسیکل شاعروں پر تنقیدی مضامین ہیں۔ لکھنے والوں میں بڑے اہم نام شامل ہیں جن میں شریف کنجاہی، نجم حسین سید، علی عباس جلاپوری، جیلانی کامران، صفدر میر اور سرفراز حسین قاضی شامل ہیں۔ اس حصے میں اٹھارہ مضامین رکھے گئے ہیں۔

پانچویں حصے کا عنوان ”پریت کہانیاں“ رکھا گیا ہے جس میں کلاسیکل رومانی داستانوں سے متعلق چودہ مضامین شامل ہیں جس میں بہت معتبر لکھنے والوں کے نام ملتے ہیں۔ مثلاً پروفیسر پیار سنگھ بھوگل، شفقت تنویر مرزا، لیتق بابری، ہرنام سنگھ شان کے علاوہ دوسرے اہم نقاد بھی ہیں۔

چھٹے اور آخری حصے ”اجو کی شاعری“ میں آٹھ مضامین عصری پنجابی شاعری سے متعلق ہیں۔ یہ واحد حصہ ہے جس میں صرف پاکستانی پنجاب کے لکھاری نظر آتے ہیں۔

سعید بھٹا کی محنت شاقہ کتاب کو پہلی نظر دیکھ کر اندازہ ہو جاتا ہے۔ پنجابی زبان و ادب کی یہ باقاعدہ تاریخ تو نہیں ہاں اسے پنجابی ادب کی متوازی تاریخ کا نام دیا جاسکتا ہے۔ ”سانجھ و چار“ کا مطالعہ قاری کو بے شمار کتابوں کے مطالعہ سے بے نیاز کر دیتا ہے تو دوسری طرف بنیادی کتابوں کے مطالعہ کی ترغیب بھی دیتا ہے۔ پنجابی زبان و ادب تخلیقی اعتبار سے برصغیر کی اہم زبانوں میں شامل ہے۔ جس میں دھرتی کی بوباس بھی شامل ہے اور کائناتی حسن بھی۔ اس میں بین الاقوامی قدروں کا فروغ بھی نظر آتا ہے اور پنجابی روایات و ثقافت کی جھلک بھی۔

ہمارے یہاں کتابوں کا سیلاب موجود ہے لیکن علمی کتابوں کی کمی ہمیشہ محسوس کی جاتی رہی ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ عام طور پر لکھنے والے محض صاحب کتاب ہونے کے شوق میں کتابیں شائع کر دیتے ہیں۔ چاہے انہیں اپنی گرہ سے پیسے خرچ کرنے پڑیں۔ ایسے میں ”سانجھ و چار“ بہت اہم تصنیف کی صورت میں جلوہ گر ہوتی ہے۔ سعید بھٹا نے جن لکھنے والوں کی مضامین اس کتاب میں شامل کئے ہیں وہ لکھنے والے تو اپنی جگہ اہم ہیں لیکن انہوں نے بڑی احتیاط سے ان لکھاریوں کے بھی منتخب مضامین اس کتاب میں شامل کئے ہیں کہ اس میں مرتب کی محنت و عرق ریزی بھی جھلکتی ہے۔

اس کتاب میں موجود تحقیقی مضامین ہوں یا تنقیدی مضامین اعلیٰ ادبی معیار لئے ہوئے ہیں۔ موجودہ زمانے میں یہ ضروری نہیں کہ جس زبان میں تنقید یا تحقیقی نمونہ پیش کیا جا رہا ہو اس کی اپنی روایت کا سراغ ماضی میں کہاں تک ملتا ہے۔ عصر حاضر میں مختلف زبانیں ایک دوسرے سے استفادہ کر سکتی ہیں اور ان مضامین کو دیکھ کر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔ علی عباس جلالپوری، شفقت تنویر مرزا، نجم حسین سید، شریف کنجاہی، جوگندر سنگھ، پیارا سنگھ بھوگل، گلزار سنگھ سندھو صرف پنجابی زبان و ادب تک خود کو محدود رکھے ہوئے حضرات نہیں۔ ان لکھاریوں کی نظر نہ صرف بین الاقوامی ادب پر ہے بلکہ عصری فکری رویوں اور تحریکوں پر بھی ہے۔ یہ لکھنے والے اس امر کو سمجھتے ہیں کہ ادب کو کن معیاروں پر پرکھا جانا چاہیے اور جب وسیع تر تناظر میں دیکھا جائے تو نتائج تک پہنچا جاسکتا ہے اور یہ بھی دیکھا جاسکتا ہے کہ اگر باریک بینی اور وسعت نظر سے مطالعہ کیا جائے تو بہت سے امور نہ صرف واضح ہو جاتے ہیں بلکہ ایک اعتماد بھی فراہم کرتے ہیں۔

سعید بھٹا نے جتنے جواہر پارے اس مجموعے میں شامل کر دیے ہیں یہ انہی کا حصہ ہے۔ پنجابی زبان و ادب کے

تعارف تنقید و تحقیق میں یہ کتاب ایک سنگ میل بلکہ نشان منزل بن کر منصفہ شہود پر آئی ہے۔ سعید بھٹا اس کوشش پر مبارکباد کے بھی مستحق ہیں اور قابل تقلید بھی۔ اُن کی یہ کتاب پڑھ کر طالب علم اور استاد یکساں استفادہ کر سکیں گے۔ اب ہم پڑھنے والوں پر ہے کہ وہ اس سمندر سے مطالعے کے عوض کتنے موتی اپنے دامن میں سمیٹتے ہیں۔ سعید بھٹا کی محنت دیکھ کر بے ساختہ غالب کا یہ مصرع ذہن میں گونجنے لگتا ہے۔

بقدر ہمت او ہر کسے کند ادراک

(روزنامہ ”آج کل“ 30 نومبر 1997ء)